بعدالتِ عظمیٰ پاکستان

(اپیلیٹ اختیارِ سماعت)

موجود:

جناب جسٹس قاضی فائز عیسیٰ

جناب جسٹس یحیٰ آفریدی

سول اپیل نمبر 71-پی اور 864 آف 2014ء

(سی آر نمبر 737-ایم آف 2012ء میں پشاور ہائی کورٹ، مینگورہ بنچ، دارالقضاء، سوات، کے فیصلے مؤرخہ 22 اپریل 2014ء کے خلاف)

پرنسپل پبلک سکول سنگوٹہ (سی اے نمبر 864/2014 میں)

حکومت خیبر پختونخوا بذریعہ چیف سیکرٹری اور دیگر (سی اے نمبر 71-پی/2014 میں)

--- اپیل کنندگان

بنام

سربلند اور دیگر --- مسئول علیہان

سی اے نمبر 71-پی/2014 میں اپیل کنندہ کے لیے:	جناب محمد شائل بٹ، ایڈووکیٹ جنرل خیبر پختونخوا، جناب محمد سہیل، ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل
سی اے نمبر 864/2014 میں اپیل کنندہ کے لیے:	پرنسپل، پبلک سکول سنگوٹہ، کا نمائندہ
اعتراض کرنے والے مسئول علیہان کے لیے:	جناب محمد ارشد یوسف زئی، ایڈووکیٹ سپریم کورٹ
تاریخ سماعت:	26 نومبر 2021ء

فیصلہ

جسٹس قاضی فائز عیسیٰ۔ مسئول علیہان نمبر 1 تا 4 (اصل مقدمے کے '**مدعیان**' یا اس اپیل میں '**اعتراض کرنے والے مسئول علیہان**') نے 2 نومبر 2002ء کو ایک نمائندہ دعوی دائر کیا جس میں الزام لگایا گیا کہ اراضی بمقدار 73 کنال اور 11 مرلہ بمطابق خسرہ نمبر 557 ('**اراضی**') شاملات، یعنی گاؤں کی مشترک اراضی، تھی، لیکن بندوبست کی دستاویزات میں اسے غلط طور پر صوبائی حکومت کی ملکیت ظاہر کیا گیا تھا اور قبضہ سنگوٹہ پبلک سکول، سنگوٹہ، تحصیل بابوزئی، ضلع سوات ('**سکول**') کے پاس دکھایا گیا تھا۔ 1965ء سے اس

سکول کو پرائیویٹ ایجوکیشن سسٹرز چلا رہی ہیں۔ مدعیان نے دعوی میں سکول کو بھی مدعا علیہ کے طور پر نامزد کیا تھا۔ فاضل سینیئر سول جج، سوات، نے دعوی پر ڈگری جاری کر دی تھی۔ خیبر پختونخوا کی حکومت (**'حکومت'**) کو بھی مدعا علیہ بنایا گیا تھا اور حکومت اور سکول نے الگ الگ اپیلیں دائر کیں اور فاضل ایڈیشنل ضلع جج، سوات، نے دونوں اپیلیں منظور کیں۔ اس کے بعد اعتراض کرنے والے مسئول علیہان نے ہائی کورٹ میں سول نگرانی دائر کی۔ عدالت عالیہ کے فاضل جج نے زیرِ اپیل فیصلے مؤرخہ 22 اپریل 2014ء کے ذریعے اسے منظور کیا جس کے خلاف یہ درخواست آئی ہے۔

2۔ سکول اور حکومت نے ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف الگ الگ اپیلیں دائر کی ہیں۔ سول اپیل نمبر 71-پی/2014ء حکومت نے دائر کی ہے لیکن 19 دن کی تاخیر کے ساتھ، جبکہ سول اپیل نمبر 864/2014ء سکول نے 30 دن کی مقررہ مدت کے اندر دائر کی ہے۔ حکومت نے ایک درخواست (سی ایم اے نمبر 660-پی/2014ء) دائر کر کے اس بنیاد پر تاخیر سے صرفِ نظر کی استدعا کی ہے کہ حکومت کو یہ غلط فہمی تھی کہ اس مقدمے میں اس نے اپیل کی اجازت کے لیے سول پٹیشن دائر کرنی تھی (جو 60 دنوں کے اندر دائر کی جا سکتی تھی)۔ سکول کی جانب سے دائر کی گئی درخواستوں میں حکومت اور اس کے مختلف محکموں کو بطور مسئول علیہان نمبر 5 تا 8 نامزد کیا گیا ہے اور یہ سب سکول کی اپیل کی تائید کرتے ہیں۔

3۔ ہم نے سکول کے نمائندے، فاضل ایڈووکیٹ جنرل اور جناب محمد سہیل، فاضل ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل، خیبر پختونخوا، کو سنا۔ ان کا کہنا ہے کہ اس علاقے کے پہلے بندوبست کے لیے تیاری 1981ء میں شروع ہوئی اور 1986ء تک وہ پوری ہوئی جس کے نتیجے میں مالگزاری کا ریکارڈ تیار کیا گیا۔ اس علاقے کی زمین کی ملکیت کے ریکارڈ، رجسٹر حقداران زمین یا جمع بندی، میں پہلا اندراج 1985-86ء میں کیا گیا (ایگزیبیٹ پی-3/1) اور اس میں صوبائی حکومت کو اراضی کا مالک دکھایا گیا ہے اور قرار دیا گیا ہے کہ اس پر قبضہ سکول کا ہے۔ فاضل ایڈووکیٹ جنرل کے مطابق اراضی سوات کے سابق حکمران، والی سوات، نے 1964ء میں سکول کو دی تھی۔ مارشل لا ریگولیشن نمبر 118 (**'ایم ایل آر 118'**)[1] کے حوالے سے ان کا کہنا ہے کہ اس میں قرار دیا گیا تھا کہ یکم ستمبر 1972ء سے نجی سطح پر چلائے جانے والے تمام سکولوں کو صوبائی حکومت کے اختیار میں دے دیا گیا ہے اور یہ کہ اس کے پیرا نمبر 14 نے اسے عدالتوں کے اختیارِ سماعت سے باہر رکھا، اس لیے مذکورہ دعوی ناقابلِ سماعت تھا۔

4۔ فاضل ایڈووکیٹ جنرل نے ایم ایل آر نمبر 122 سے بھی استدلال کیا – انتقال و تقسیم زمین (دیر اور سوات) ریگولیشن – (**'ایم ایل آر 122'**)[2] اور ایم ایل آر 123 – غیر منقولہ جائیداد کے تنازعات کا بندوبست (دیر اور سوات) ریگولیشن – (**'ایم ایل آر 123'**)۔[3] ان کا کہنا ہے کہ ایم ایل آر 122 ان زمینوں کے متعلق تھا جو والیِ سوات کی ملکیت میں تھیں اور جن میں لوگوں کا کوئی حق یا اختیار نہیں تھا، جبکہ ایم ایل آر 123 ریاستِ سوات کی ان تمام دوسری زمینوں کے متعلق تھا جن میں لوگوں کا کوئی حق یا اختیار تھا اور ان مؤخر الذکر زمینوں کے متعلق فیڈرل لینڈ کمیشن بنایا گیا تا کہ مختلف فریقوں کے دعووں کا فیصلہ اور ان کے تنازعات کا تصفیہ کیا جائے۔ بعد میں ایم ایل آر 122 میں ترمیم کی گئی اور اس میں پیرا 6-اے کا اضافہ کیا گیا جس کے ذریعے فیڈرل لینڈ کمیشن کے دائرۂ اختیار میں توسیع کر کے اسے ان دعووں اور مقدمات کا فیصلہ کرنے کا اختیار بھی دیا گیا جو ایم ایل آر 122 کے تحت آتے تھے۔ فاضل ایڈووکیٹ جنرل کا کہنا ہے کہ یہ دعوی ناقابلِ سماعت تھا کیونکہ ایم ایل آر 122 اور ایم ایل آر 123 دونوں میں صراحتاً تنازعات کو عدالتوں کے اختیارِ سماعت سے باہر رکھا گیا تھا۔ ہم نے فاضل ارشد یوسفزئی صاحب سے پوچھا، جو اعتراض کرنے والے مسئول علیہان کی وکالت کر رہے تھے، کہ کیا اراضی پر ان مذکورہ دو ایم ایل آر کا اطلاق ہوتا ہے اور وہ فاضل ایڈووکیٹ جنرل کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں کہ اراضی پر ایم ایل آر 122 کا اطلاق ہوتا ہے۔ اگر اعتراض کرنے والے مسئول علیہان مانتے ہیں کہ اراضی ریاستِ سوات کے سابق حکمران کی ذاتی ملکیت تھی تو پھر اعتراض کرنے والے مسئول علیہان اور جن کی وہ نمائندگی کرتے ہیں، کا اراضی میں کوئی اختیار نہیں ہے۔

---

[1] پی ایل ڈی 1972 مرکزی قوانین، ص 441 تا 443 (مارشل لا ریگولیشن نمبر 118، مؤرخہ 1 اپریل 1972ء)۔

[2] گزٹ آف پاکستان، غیر معمولی، 12 اپریل 1972ء۔

[3] گزٹ آف پاکستان، غیر معمولی، 12 اپریل 1972ء۔

5۔ تاہم اختیارِ سماعت کے ختم کیے جانے کے متعلق ایم ایل آر 118، ایم ایل آر 122 اور/یا ایم ایل آر 123 کی شقوں کی بنیاد پر اعتراض ابتدائی عدالت کے سامنے نہیں اٹھایا گیا اور اس کے متعلق کوئی تنقیح قائم نہیں کی گئی۔ اس لیے اس مرحلے پر اب ان پر رائے دینا مناسب نہیں ہے۔

6۔ سکول کے نمائندے اور فاضل ایڈووکیٹ جنرل کا کہنا ہے کہ اراضی 1964ء سے سکول کے قبضے میں ہے اور اس کے متعلق دعوی 2 نومبر 2002ء کو دائر کیا گیا جو ہر لحاظ سے خارج المیعاد تھا۔ ان کے مطابق دعوی 6 سال کے اندر دائر کیا جانا ضروری تھا، یعنی زیادہ سے زیادہ 1970ء تک لیکن یہ 38 سال بعد دائر کیا گیا۔ ان کے مطابق لاگو ہونے والی شق قانونِ میعادِ سماعت 1908ء ('**قانون**') کے پہلے جدول کی دفعہ 120 ہے جو "حق وجود میں آنے کے بعد" 6 سال کی میعاد مقرر کرتی ہے۔ ان کا مزید کہنا ہے کہ اگر قانون کے پہلے جدول کی دفعہ 142 کا اطلاق مانا جائے جو 12 سال کی میعاد مقرر کرتی ہے، تب بھی دعوی خارج المیعاد ہے کیونکہ یہ 16 سال بعد دائر کیا گیا۔ تاہم وہ اضافہ کرتے ہیں کہ دفعہ 142 کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ نہ تو اعتراض کرنے والے مسئول علیہان اور نہ ہی وہ لوگ جن کی وہ نمائندگی کر رہے ہیں، کا اراضی پر قبضہ تھا جبکہ یہ دفعہ 142 کے اطلاق کے لیے لازمی شرط ہے۔ متبادل طور پر، لیکن تسلیم کیے بغیر، ان کا کہنا ہے کہ اگر "بنائے دعوی" کی تاریخ کو پہلے بندوبست اور اراضی کی ملکیت کے حقوق ریکارڈ کیے جانے کی تاریخ سے شمار کیا جائے، جو 1985-86ء میں ہوا، تو اس تاریخ سے بھی یہ دعوی خارج المیعاد تھا۔

7۔ اعتراض کرنے والے مسئول علیہان کے فاضل وکیل کا انحصار فاضل سینیئر سول جج اور فاضل جج ہائی کورٹ کے فیصلوں پر ہے اور ان کا کہنا ہے کہ یہ دونوں فیصلے مضبوط دلائل پر مبنی اور برقرار رکھنے کے قابل ہیں۔ میعادِ سماعت کے متعلق فاضل وکیل کا کہنا ہے کہ جمع بندی کو وقتاً فوقتاً جاری کیا جاتا ہے اور ہر نئی جمع بندی نئی بنائے دعوی کو جنم دیتی ہے۔ تاہم فاضل وکیل نے کسی ایسی جمع بندی کا حوالہ نہیں دیا جو تازہ کی گئی ہو یا نئی بنائی گئی ہو۔ انھوں نے اس سوال پر بھی بحث نہیں کی کہ کیا اس اصول کا اطلاق وہاں بھی ہو گا جہاں پہلے سے موجود اندراج کو نئی جمع بندی میں تبدیل نہ کیا گیا ہو۔

8۔ ہم نے فاضل وکیل اور سکول کے نمائندے کو سنا اور ان کی مدد سے ریکارڈ پر موجود دستاویزات کا جائزہ لیا۔ سول اپیل نمبر 71-پی/2014ء کو 19 دن کی تاخیر کے ساتھ دائر کیا گیا ہے کیونکہ، جیسا کہ حکومت نے کہا، اسے یہ غلط فہمی تھی کہ ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف پٹیشن، نہ کہ اپیل، دائر کی جاتی ہے۔ ہائی کورٹ نے اپیلیٹ کورٹ کا فیصلہ مسترد کیا تھا جس کا واضح مطلب یہ تھا کہ اس کے خلاف اپیل ہونی تھی[4] جس کا 30 دنوں کے اندر دائر کیا جانا ضروری تھا،[5] لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ حکومت پر لازم ہے کہ اسے ملک کے قانون کا علم ہو، بالخصوص ایسے بنیادی مسئلے پر کہ اپیل کتنے دنوں کے اندر دائر کرنا ضروری ہے۔ پریزینٹیشن سسٹرز کے زیرِ انتظام چلنے والے سکول کو قانون کا علم تھا اور وہ اس معاملے میں بیدار بھی تھیں۔ انھوں نے بروقت اپیل دائر کی تاکہ اپنے مفاد اور سکول میں پڑھنے والی بچیوں کے مفاد کا تحفظ کر سکیں۔ تاخیر کے لیے پیش کیا جانے والا عذر حکومت کو اور صوبے میں قانون کے سب سے بالا دفتر کو زیب نہیں دیتا۔ تاہم چونکہ دونوں اپیلیں ایک ہی فیصلے کے خلاف کی گئی ہیں، اس لیے خواہ تاخیر سے دائر کیے جانے کے سبب سے حکومت کی اپیل مسترد بھی کر دی جائے، تب بھی سکول کی جانب سے دائر کی جانے والی اپیل قابلِ سماعت ہے اور اس پر فیصلہ ضروری ہے۔

9۔ تیس دنوں کی مقررہ میعاد کے اندر اپیل دائر کرنے میں ناکامی سرکاری املاک کی حفاظت میں حکومت کی نااہلی ثابت کرتی ہے اور اس کے علاوہ سکول سے مستفید ہونے والوں، یعنی سکول میں پڑھنے والی مقامی بچیوں، سے لاتعلقی بھی ظاہر کرتی ہے۔ سکول سوات کے اس مصیبت زدہ علاقے میں واقع ہے جس نے ان لوگوں کے ہاتھوں سے سخت مظالم برداشت کیے ہیں جو بچیوں کی تعلیم کے مخالف تھے، جنھوں نے تشدد کا راستہ اختیار کیا، سکولوں پر حملے کیے، سکولوں کو بند کرنے پر مجبور کیا اور سکول جانے والے بچوں پر حملے کیے۔ یہ سکول سوات میں واحد ایسا سکول ہے جو صرف بچیوں کے لیے ہے اور یہ ایک ہزار سے زائد بچیوں کو تعلیم دیتا ہے۔ سکول پر دہشت گردوں نے بم سے حملہ

---

[4] اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی دفعہ 185 (2)(ڈی) یا (ای)۔

[5] سپریم کورٹ رولز، 1980، آرڈر 11، رول 2۔

کیا تھا اور سوات میں دہشت گردی کی وجہ سے پانچ سال تک سکول بند رہا۔ بروقت اپیل دائر کرنے میں حکومت کی شدید نااہلی اور غفلت کی وجہ سے وہی نتیجہ برآمد ہو سکتا تھا جو وحشی دہشت گردوں نے حاصل کیا تھا، یعنی سکول کی بندش۔

10۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت محمد ﷺ کو، اور ان کے ذریعے انسانیت کو، جو پہلا حکم دیا گیا وہ اَقْرَاْ (پڑھ) کا تھا۔[6] اَقْرَاْ حکم ہے جو عربی میں حکم کے صیغے میں دیا گیا ہے۔[7] پہلی وحی میں پھر آگے لکھنے کے آلے (اَلْقَلَم)[8] اور تعلیم یا سکھانے (عَلَّمَ) کا ذکر آتا ہے۔[9] نہایت مہربان پروردگار پہلی وحی میں جن ہزاروں لاکھوں چیزوں میں کسی کا ذکر کرسکتے تھے، ان میں اپنی بے انتہا حکمت اور رحمت سے پڑھنے، لکھنے اور تعلیم کو بنیادی اہمیت کے لائق قرار دیا۔ حضرت محمد ﷺ نے بھی تعلیم پر بہت تاکید کی۔ آپ نے ان غیر مسلم قیدیوں کو جنھیں غزوۂ بدر[10] کے بعد قید کیا گیا تھا یہ موقع دیا کہ وہ مسلمانوں میں سے ان پڑھ لوگوں کو لکھنا پڑھنا سکھا کر آزادی حاصل کرسکتے ہیں۔ شاید یہ تاریخ میں پہلا موقع تھا جب معاشرے کی خدمت کا حکم جاری کیا گیا (جو اب بعض ممالک میں دیا جاتا ہے اور جو پروبیشن حکم کا قائم مقام ہے)۔[11] حضرت محمد ﷺ سے یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ آپ نے مسلمان معاشرے کے مرد و عورت کو علم کے حصول کے لیے دور دراز کے ملک چین، جو غیر مسلموں کا علاقہ تھا، تک جانے کے لیے کہا۔[12] تعلیم اور تعلّم پر تاکید اسلام کی امتیازی خصوصیات تھیں کیونکہ دیگر تہذیبوں کے مقابلے میں، جہاں تعلیم اور تعلّم یا تو کسی مخصوص طبقے تک یا معاشرے کے کسی خاص حصے تک محدود تھا، اسلام نے یہ حق سب کو بلا امتیاز دیا۔ "تم میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو سب زیادہ متقی ہو"۔[13] نسل، رنگ، رتبہ، دولت اور جنس کو اسلام کے اصولِ مساوات نے سمو لیا۔ افسوسناک ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں تعلیم حملے کی زد پر ہے باوجود اس کے کہ آئین جنسوں کے درمیان مساوات[14] کی ضمانت دیتا ہے اور ریاست پر لازم کرتا ہے کہ "پانچ سے سولہ سال کی عمر کے بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم فراہم کرے"۔[15]

11۔ گلوبل ٹیررزم ڈیٹابیس کے ریکارڈ کے مطابق 1970ء سے 2019ء تک کے عرصے میں پاکستان میں تعلیمی اداروں پر ایک ہزار سے زائد حملے ہوئے ہیں،[16] جو دنیا بھر میں تعلیمی اداروں پر ہونے والے حملوں کی سب سے بڑی تعداد ہے۔ بدقسمتی سے نیشنل کاؤنٹر ٹیررزم اتھارٹی (نیکٹا)، حکومت کی وزارتِ داخلہ اور وزارتِ دفاع میں کسی کے پاس بھی ایسا معلوماتی ذخیرہ (ڈیٹابیس) نہیں ہے۔ ریاست کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنے شہریوں کا تحفظ کرے اور ان کی مدد کرے۔ ایسے سنگین حالات میں بھی سکول جانا اساتذہ اور طلبہ کے حوصلے اور عزم کا ثبوت ہے۔ تاہم حملوں کی اتنی بڑی تعداد اور ان کے نتیجے میں ہونے والی اموات اور تباہی یہ ضروری قرار دیتی ہیں کہ ریاست زندگی[17] اور تعلیم[18] کے بنیادی حقوق، جن کی ضمانت دی گئی ہے، کا تحفظ کرے۔ پبلک سکول سنگوٹہ میں پڑھنے والی بچیوں اور ان

---

[6] قرآن مجید، سورۃ العلق (96)، آیت 1۔

[7] فعل امر۔

[8] قرآن مجید، سورۃ العلق (96)، آیت 4۔

[9] ایضا، آیت 5۔

[10] 13 مارچ 624ء یا 17 رمضان 2ھ۔

[11] بلوچستان ہائی کورٹ نے غلام دستگیر بنام ریاست، پی ایل ڈی 2014 بلوچستان 100، میں اس پر بحث کرکے اس کا استعمال کیا ہے۔

[12] اس قول کی روایت شمس الدین محمد السخاوی نے المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنۃ (قاہرہ، 1956) میں، البیہقی نے شعب الایمان (ج2، ص 253) میں اور ابن عبد البرّ نے جامع بیان العلم (ج7، ص8) میں کی ہے۔

[13] قرآن مجید، سورۃ الحجرات (49)، آیت 13۔

[14] آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان، دفعہ 25۔

[15] ایضا، دفعہ 25-اے۔

[16] میری لینڈ یونیورسٹی نے یہ معلوماتی ذخیرہ مرتب کیا ہے:
http://www.start.umd.edu/gtd/search/Results.aspx?page=1&casualties_type=b&casualties_max=&dtp2=all&country=153&target=8&count=100&charttype=line&chart=overtime&ob=GTDID&od=desc&expanded=yes#results-table

[17] آئین، دفعہ 9۔

[18] ایضا، دفعہ 25-اے۔

لاکھوں دیگر بچیوں کو جو سکول میں ہیں یا انھیں سکول میں ہونا چاہیے، حقیقت میں کیا پیغام دیا جا رہا ہے؟ کیا یہ کہ آئین میں ان کی زندگی اور تعلیم کے جن بنیادی حقوق کی ضمانت دی گئی ہے، وہ بے معنی ہیں؟

12۔ ٹرائل کورٹ نے میعادِ سماعت کے متعلق ایک تنقیح قائم کی تھی، جو تنقیح نمبر 7 تھی۔ "کیا مدعیان کا دعوی خارج المیعاد ہے؟" فاضل سول جج نے اس تنقیح کا جواب مدعیان کے حق میں صرف یہ کہہ کر دیا تھا کہ "ان (مدعیان) کے حق میں دعوی دائر کرنے کے لیے بنائے دعوی اس وقت وجود میں آیا جب مدعاعلیہان کی جانب سے مالِ مقدمہ میں مداخلت کی گئی اور ان (مدعیان) کے قبضے کو متاثر کیا گیا"۔ تاہم دعوی میں اس کی کوئی تفصیل نہیں دی گئی، نہ ہی بنائے دعوی پیدا ہونے کے لیے کوئی تاریخ ذکر کی گئی۔ یہ بات ریکارڈ پر آچکی ہے کہ سکول کے پاس 1964ء سے اراضی کا قبضہ ہے۔ اس لیے اس تنقیح پر یہ تجویز ناقابلِ تسلیم ہے۔ ہائی کورٹ کے فاضل جج نے تنقیح نمبر 7 پر توجہ نہیں کی۔ یہ واضح ہے کہ دعوی تاخیر کے ساتھ دائر کیا گیا تھا۔ تاخیر سے دائر کرنے کے لیے دعوی میں کوئی سبب یا جواز ذکر نہیں کیا گیا، جو ایک ناقابلِ تلافی خامی ہے۔ مدعاعلیہان نے تاخیر سے دائر کیے جانے پر اعتراض کیا تھا اور قرار دیا تھا کہ دعوی خارج المیعاد ہے، لیکن (جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا) فاضل سول جج نے سرسری طور پر، اور قانون کو نظر انداز کرکے، اس تنقیح کا فیصلہ مدعیان کے حق میں دیا تھا۔ اعتراض کرنے والے مسئول علیہان کے فاضل وکیل نے یہ کہہ کر دعوی کو بچانے کی کوشش کی کہ ہر جمع بندی نئے بنائے دعوی کو جنم دیتی ہے۔ یہ درست ہے کہ مالگزاری کے ریکارڈ میں اندراج کی محض تصحیح کی صورت میں مالگزاری کے حقوق کے ریکارڈ (جمع بندی) میں ہر مخالفانہ اندراج اس شخص کے لیے نئے بنائے دعوی پیدا کرتا ہے جسے اس اندراج سے نقصان پہنچا ہو، اگر ایسا شخص اس زمین پر قبضہ رکھتا ہو جس کے بارے میں مخالفانہ اندراج کیا گیا ہو۔[19] لیکن یہ صرف بندوبست یا مالگزاری کے ریکارڈ میں اراضی کی ملکیت کے متعلق مخالفانہ اندراج کی تصحیح کا معاملہ نہیں تھا، بلکہ یہ ایسا معاملہ بھی ہے جس میں قبضہ فرض کیا گیا ہے، یا جیسا کہ مدعیان کا الزام تھا کہ ان کو بے دخل کیا گیا تھا۔ سکول کی جانب سے قبضہ لینے کے 38 سال بعد اور جمع بندی میں اندراج کے 16 سال بعد دعوی دائر کیا گیا۔ دعوی واضح طور پر خارج المیعاد تھا، اور دیگر اٹھائے گئے سوالات سے ہٹ کر صرف اس بنا پر بھی یہ دعوی ناکام ہونا تھا۔ اس لیے ہم سکول کی اپیل، سول اپیل نمبر 2014/864ء، منظور کرتے ہیں؛ اور ہائی کورٹ کے زیرِ اپیل فیصلے اور فاضل سول جج کے فیصلے کو منسوخ کرتے ہوئے (مدعیان/اعتراض کرنے والے مسئول علیہان کا) دعوی خارج کرتے ہیں؛ لیکن چونکہ اعتراض کرنے والے مسئول علیہان کے حق میں دیے جانے والے دو فیصلے منسوخ کیے گئے ہیں، اس لیے اخراجات کے متعلق کوئی حکم صادر نہیں کیا جا رہا۔ اور حکومت کی اپیل، سول اپیل نمبر 71-پی/2014ء، داخلِ دفتر کی جائے۔ مناسب ہوگا کہ اس کی اشاعت کے لیے اس فیصلے کا اردو میں ترجمہ کیا جائے[20] کیونکہ اس میں عوامی اہمیت، بشمول تعلیم کی اہمیت، کے امور ذکر ہوئے ہیں۔

جج

جج

اسلام آباد

2021-11-26ء

اشاعت کے لیے منظور شدہ

---

[19] خان محمد بنام خاتون بی بی، 2017 ایس سی ایم آر 1476۔

[20] آئین اسلامی جمہوریۂ پاکستان، دفعہ 251۔